ڈاکٹر عبادت بریلوی کی غالب شناسی

محمد امجد عابد

ABSTRACT:

This Article represents Dr. Ibadat Brelvi as critic on Ghalib. The corners discovered by the researcher are suggestiveness, Individualism, Collectivism and sensitivity in criticism of Dr. Ibadat on exploring Ghalib from evaluation and contribution through vision and philosophy. The art of Ghalib is a school of thought in itself and critic Dr. Ibadat Brelvi is an academy of Ghalib's identification. The article runs through smoothly exploring the social realities narrated in art of the Ghalib.

ڈاکٹر عبادت بریلوی(۱۹۲۰ء ـ ۱۹۹۸ء) اُردوو ادب وتنقید کی ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت ایک معتبر نقّاد، خاکہ نگار، آپ بیتی نگار، سفر نامہ نگار، رپورتاژ نگار اور شاعر تھے۔وہ ایک ناقد کی حیثیت سے صفِ اوّل میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی تنقیدی تحریروں میں وسعتِ فکر ونظر، تخیّل کی بلند پر دازی اور جمالیاتی حسن بدرجہ اتم موجود ہے۔ان کی اہم تنقیدی کتب میں اردو تنقید کا ارتقا (۱۹۴۹ء)،تنقیدی زاویے (۱۹۵۱ء)، روایت کی اہمیت (۱۹۵۳ء)، غزل اور مطالعہ غزل(۱۹۵۵ء)، تنقیدی تجربے(۱۹۵۹ء) ، مومن اور مطالعہ مومن (۱۹۶۱ء)، جدید شاعری (۱۹۶۱ء)، شاعری اور شاعری کی تنقید (۱۹۶۵ء) ،غالب کا فن(۱۹۶۸ء)، غالب اور مطالعہ غالب (۱۹۶۹ء)، اقبال کی اردو نثر (۱۹۷۷ء)، اقبال احوال و آثار (۱۹۷۷ء)،سحر البیان۔ ایک تنقیدی مطالعہ (۱۹۷۸ء)،میر تقی میر حیات و شاعری (۱۹۸۰ء)، ولی اورنگ آبادی حیات و شاعری (۱۹۸۱ء)، خواجہ میر درد دہلوی(۱۹۸۳ء) ، ادب اور ادبی قدریں(۱۹۸۳ء)،تنقید اور اصول تنقید(۱۹۸۴ء)، افسانہ اور افسانے کی تنقید(۱۹۸۶ء)، شاعری کیا ہے؟(۱۹۸۹ء) اور مولانا حسرت موہانی (۱۹۹۹ء)خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

اُردو کے معروف شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب کے فکر وفن پر ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنی دو تنقیدی کتابوں غالب اور مطالعہ غالب اور غالب کا فن میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ان کے علاوہ بھی بہت

سے تنقیدی مضامین غالب سے متعلق ہیں۔ مگر یہ دو کتابیں تفہیمِ غالبیات کے حوالے سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ان کتابوں میں غالبیات کے حوالے سے ہونے والی تمام اہم پیش رفتوں کا ایک ایسا با کمال آئینہ پیش کیا ہے جن میں ہمیں مختلف ادوار میں غالب کے فکر و فن پر ہونے والی تمام اہم علمی و فکری کاوشوں سے شنا سائی ہو جاتی ہے۔انھوں نے غالب کے خطوط پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے مضامین کا مجموعہ انتخاب خطوطِ غالب کے نام سے منظر عام پر آیا۔

اُردو کی شعری روایت میں اسد اللہ خاں غالب کا شمار ان اساتذہ میں ہوتا ہے جن کی شاعری میں انسانی زندگی، اس کے متعلقات و معاملات، اجتماعی مسائل اور زندگی کے بارے میں شعور کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ انھوں نے شعر برائے شعر کہنے کی روایت سے گریز کرتے ہوئے شعر برائے زندگی کی روایت کی پاسداری کی ۔وہ زندگی اور اس کے معاملات کو بڑی گہرائی اور گیرائی سے اپنی شاعری میں سموتے ہیں۔ ان کے ہاں شعر، تجربے اور تخیل کے سانچے میں ڈھل کر ایک آبدار نگینہ بن جاتا ہے۔

غالب اور مطالعہ غالب میں انھوں نے غالب کی شخصیت اور شاعری کے پوشیدہ پہلوؤں کو بے نقاب کرنے کی بھر پور سعی کی ہے۔غالب کے حالاتِ زندگی پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں :

> ''غالب کی زندگی بڑی ہی پہلو دار تھی۔ وہ شروع سے آخر تک تہہ در تہہ نظر آتی ہے۔ اس میں بے شمار نشیب و فراز دکھائی دیتے ہیں۔ وہ تو ایک حسین اور دلآویز پہاڑی سلسلے کی طرح حسین اور دلآویز، پُر شکوہ اور شاندار ہے۔ جلال اور جمال دونوں اس میں گلے ملتے نظر آتے ہیں۔ رومان و حقیقت کا اس میں ایک نہایت ہی دلکش اور دل موہ لینے والا امتزاج ملتا ہے۔ (۱)

غالب جس ماحول میں پیدا ہوئے وہ سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی اعتبار سے بالکل کھوکھلا ہو چکا تھا۔ ہر شعبۂ زندگی میں بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ افراتفری کا دور دورہ تھا۔ معاشرتی زندگی بگاڑ کا شکار ہو چکی تھی۔ چونکہ غالب ایک فنکار تھے اور فنکار ایک عام انسان سے زیادہ حسّاس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالب پر اس کے ماحول کا بہت اثر ہوا جو اُن کی شاعری میں واضح نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی غالب کے ان حالات کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :

> ''غالب اپنے ماحول کی پیداوار تھے اور اس ماحول کا مخصوص رنگ اُن کی شخصیت میں رچا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کے سیاسی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، تہذیبی اور مذہبی خیالات سے متاثر تھے۔اور ان کی ذہنی نشو و نما انہی حالات کے سائے میں ہوئی۔'' (۲)

مزید لکھتے ہیں:

> ''اس زمانے کی زندگی کا مد و جزر ان کی شخصیت میں ابھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ وہ اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی زندگی کا جزو معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ وہ اس زمانے کی صحیح نمائندگی کرتے ہیں اور اس زمانے میں جو واقعات ظہور پذیر

ہوئے ہیں مجموعی طور پر ان کا اثر ان کی شخصیت میں کسی نہ کسی زاویے سے اپنی جھلک ضرور دکھاتا ہے۔'' (۳)

غالب کی غزل اپنے تہذیبی اور تمدنی پس منظر میں جس طرز زندگی کی ترجمان و عکاس ٹھہرتی ہے اس کا مطالعہ سے زیادہ مشاہدہ ضروری ہے۔غزل کا بانکپن غالب نے جس طرح سے سنوارا اورنکھارا ہے یہ ان کا ہی مجاہدہ فن ہے۔فن کی نزاکتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انھوں نے غزل میں خیال انگیزی اورفکر انگیزی کو مدنظر رکھا ہے۔جبھی تو ان کے غزل کا سحر آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا۔ڈاکٹر عبادت بریلوی نے غالب کی فکر کے آئینے میں ان کی غزل کا جایزہ کچھ یوں لیا ہے:

''اس میں بڑی ہی ستھری فضا ہے۔ وہ بڑی پاک صاف اور شفاف ہے جیسے کوثر وتسنیم میں دُھل کر نکلی ہو۔ اس میں تہذیبی پہلو غالب ہے۔ وہ بڑی مہذب ہے۔اس لیے تہذیب کرتی ہے اور مہذب بناتی ہے۔ اس سے دلوں میں تاریکی اور نگاہوں میں اندھیرا نہیں ہوتا۔ وہ تو زندگی میں شمعیں ہی فروزاں کرتی اور دلوں میں دیے جلاتی ہے۔ روشنی دینا اور منور کرنا ہر حال میں اس کے پیش نظر رہتا ہے۔'' (۴)

غالب کی شاعری کو جس پہلو سے دیکھا جاتا ہے ان کی شعری کاہشیں مثبت پہلو دکھائی دیتی ہیں۔ غالب نے روایت پرستی کے باوجود روایت شکنی کی روایت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔نئی دنیاؤں کی تخلیق میں انھوں نے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں سے نئے احساس وشعور کی تصویرکشی میں اپنی ریاضت فن سے خوب کام لیا ہے۔ اسی لیے اُن کی شاعری ان کے عہد سے ارتقا پاکر آنے والے ہر عہد کے بامقابل بڑی شان سے نمودار ہوتی دکھائی دیتی ہے اور اس سب کے پس منظر میں غالب کی شاعری میں اجتماعی شعور کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی ان کے اجتماعی شعور کو اس طرح سے دریافت کرتے اور اُردو کے ناقدین کے سامنے لاتے ہیں:

''غالب کو مسلمانوں کی تہذیبی عظمت کا احساس تھا۔ وہ یہ جانتے تھے کہ ان کی تہذیب نے جو روایت قائم کی ہے اس پر یقیناً فخر کیا جا سکتا ہے۔ انسانی تاریخ میں اس نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن اس روایت کو اپنے ارتقائی سفر میں ناسازگار حالات سے بھی دوچار ہونا پڑا۔اس احساس کو غالب نے یوں شعر میں ڈھالا:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

بظاہر تو یہ شعر ایک انفرادی جذبے کا ترجمان معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی تہہ میں درحقیقت ایک اجتماعی احساس وشعور موجود ہے۔'' (۵)

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے مطالعہ غالبیات میں جن نئی جہتوں کی دریافت کی ہے ان میں انھوں نے کلام غالب کے کئی نئے زاویے ڈھونڈے ہیں۔ وہ کلام غالب میں ایسے عناصر کی تلاش اورجستجو کرنے اور اپنے ناقدانہ

رویے سے ان کو تفہیم غالب کے نئے در وا کرنے کے لیے برتتے ہیں۔ انھوں نے دیوان غالب میں حمد و نعت سے آغاز نہ ہونے کو ایک نئے انداز نظر سے دیکھا ہے۔ ان کے مطابق:

''اُردو شعرا کے دیوان عام طور پر حمد و نعت سے شروع ہوتے ہیں لیکن دیوان غالب کا آغاز حمد و نعت سے نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ غالب توحید پر ایمان نہیں رکھتے تھے یا یہ کہ عشق رسول ﷺ سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ بڑے موحد تھے ان کے عشق رسول ﷺ میں سرشار ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے دیوان کو شکوہ و فریاد سے شروع کرتے ہیں اور یہ شکوہ ان کا ذاتی شکوہ نہیں ہے یہ فریاد ان کی اپنی فریاد نہیں ہے، اس شکوہ و فریاد میں تو انسانیت کی لے نمایاں ہے اور اس انسانیت کی لے میں شکوہ و فریاد ہے۔ غالب اس خیال کو زندگی کی سب سے بڑی حقیقت سمجھتے ہیں۔'' (۶)

زندگی کسے عزیز نہیں اور کون زندگی کرنا اور بسر کرنا نہیں چاہتا کہ زندگی تو نام ہی مسرتوں، دلآویزیوں اور دلفریبیوں کا ہے۔ یہ بھلا کب تک اور کہاں تک کسی کا ساتھ دیتی ہیں اور ان سے محرومی کیسے کیسے دل سوز احساسات کو جنم دیتی ہے۔ لیکن انسان اس نا تمامی کی حقیقت جانتے ہوئے بھی ان سب کے حصول میں آبلہ پا رہتا ہے۔ جب غالب کی شاعری کو بہ نظر غائر دیکھا جائے تو ہمیں ان کے ہاں غم جاناں سے زیادہ غم دوراں کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اس حوالے سے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہیں:

''غالب زندگی کے شیدائی تھے لیکن انہیں زندگی کا غم بھی تھا اور یہ غم ان کی ساری شخصیت پر محیط ہے۔ زندگی کی شیفتگی نے ان کے یہاں مسرتوں کے احساس کو بیدار کیا ہے اور مسرتوں کے احساس نے ان کی شاعری کے بڑے حصے کو دامان باغباں اور کفِ گل فروش بنا دیا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں ایک کسک سی محسوس ہوتی ہے اور اس کسک ہی کا یہ اثر ہے کہ گل نغمہ اور پردہ ساز ہونے کی بجائے ان کی اپنی ہی شکست کی آواز بن گئی۔

نے گل نغمہ ہوں نہ پردہ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز (۷)

''غالب کے فن کی اہمیت'' کے بارے میں لکھتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی ہمیں غالب کی شعری اہمیت کے ایسے متعدد اور متنوع رنگوں سے آگہی دیتے ہیں کہ ہمیں لگتا ہے کہ ان کی ناقدانہ بصیرت نے غالب کی شعری افق کے ان سب رنگوں اور ان کی نزاکتوں کو بخوبی بھانپا اور اردو شعری جہان میں ان کی فن کاری کے باعث جو نئے اور متنوع امکانات پیدا ہوئے ان کا جائزہ لیا جانا از حد ضروری ہے۔ وہ غالب کو صحیح معنوں میں عظیم شاعر قرار دیتے ہوئے ان کی عظمت کا راز یوں کھولتے ہیں:

''ان کی عظمت کا راز اس میں ہے کہ وہ انسانی زندگی کے نشیب و فراز کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ اس کے مختلف پہلوؤں کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ اس کے بنیادی معاملات و

مسائل پر غور وفکر کرتے ہیں۔ اس کی ان گنت گتھیوں کو سلجھاتے ہیں۔ انسان کو اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہیں۔ اس کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سکھاتے ہیں۔'' (۸)

غالب بنیادی طور پر ایک غزل گو شاعر تھے۔ انھوں نے اُردو غزل کو ایک اعلیٰ مقام دیا ہے۔ دیگر غزل گو شعرا کی طرح غالب کی غزل کا بنیادی موضوع بھی حسن و عشق ہے۔ غالب کی عشقیہ شاعری اُردو ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ مگر انھوں نے جذبۂ عشق کی ترجمانی اپنے ایک الگ زاویۂ نظر سے کی ہے۔ ان کے تصوّرِ حسن و عشق میں حقیقت پسندی کا عنصر نمایاں ہے۔ ان کے عشق کی بنیاد ان کی حسن پرستی پر ہے اور اس کی نوعیت انسانی ہے۔ ان کا معشوق انسان ہے اور مادی حدود رکھتا ہے۔ وہ کوئی ماورائی شخصیت نہیں ہے اس کا تعلق اسی دنیا سے ہے نہ کہ کسی اور دنیا سے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ان کی شاعری میں تصوّرِ حسن و عشق پر یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

''بعض جگہ روایتی تصوّرات عشق کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں جن افکار و خیالات کی انھوں نے ترجمانی کی ہے وہ ماورائی نہیں ہیں ان میں حقیقت پسندی کا احساس ہوتا ہے۔ اور عشق کے وہ تصوّرات نمایاں نظر آتے ہیں، جن کی بنیاد صحت مندی پر استوار ہے۔''(۹)

شوخی وظرافت اور اظہارِ غم کی کیفیات الگ الگ ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں کیفیتیں غالب کے ہاں ہم آہنگ نظر آتی ہیں۔ ان کے ہاں غم کا اظہار اور شوخی وظرافت کی رنگا رنگی ملتی ہے۔ ان کی شاعری میں موضوعات کا تنوع اور اظہار و ابلاغ اپنے موضوع اور فن کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''غالب کی شاعری میں موضوعات کا بڑا تنوع ہے۔ خیال کی بڑی وسعتیں ہیں، وہ مواد کے اعتبار سے بڑی ہمہ گیر شاعری ہے۔ زندگی اس پر حاوی ہے اور وہ خود زندگی پر حاوی ہے۔ اس میں حسن ہے، حسن پرستی ہے، عشق ہے، عاشقی ہے، انسان ہے، انسانیت ہے، انسان دوستی ہے، انسانیت پرستی ہے، سیاست ہے، معاشرت ہے، تہذیب ہے، ثقافت ہے غرض اس میں کم و بیش ہر وہ چیز ہے جو زندگی میں ہے یا ہوسکتی ہے۔'' (۱۰)

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے غالب کی جدّت طرازی، مشکل پسندی اور فلسفیانہ طرزِ فکر کے ساتھ ساتھ ان کے رمز و ایما، ایہام و ابہام اور قواعد کے نادر استعمال کا بخوبی جایزہ لیا ہے۔ انھوں نے غالب کی زبان، تراکیب، خیالات، محاکات، تشبیہات، استعارات و کنایات اور دیگر لوازماتِ شاعری، جو کہ غالب کی شاعری ہی کا خاصہ ہیں، کا بھی بنظرِ عمیق جایزہ لیا ہے اور متعدد تراکیب جو غالب نے ایجاد کیں ان کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ اور یوں غالب کی باریک بینی اور فکر و تخیّل تک ہمیں رسائی عطا کی ہے۔ مرزا غالب ایسا بڑا فنکار شاعر ہے جو لفظوں کے در و بست، نئی ترکیبوں کی اختراع اور مصروں کی تراش خراش سے اپنی شاعری کے آہنگ کو خوب موثر بنانے کا فن بھی جانتا ہے اور ایسی مترنم زمینوں کا بھی گہرا شعور رکھتا ہے جو لفظوں اور ترکیبوں کے برتاؤ اور رچاؤ سے اور بھی مترنم ہو جاتی ہیں۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے دیوانِ غالب سے بڑے ہی خوبصورت اشعار اور غزلوں کے انتخاب کے بعد ترنم موسیقیت اور نغمگی کی ابھرنے والی کیفیت کو رقص دِلفریب کا نام دیا ہے۔ مرزا غالب کی غزلوں میں وزن و آہنگ میں ایک ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ان میں شاعر کے خیالات رقص کرتے ہیں۔ اس کے احساسات رقص کرتے ہیں، الفاظ رقص کرتے ہیں، ترکیبیں رقص کرتی ہیں، شاعری رقص کرتی ہے، اظہار و ابلاغ رقص کرتا ہے، غرض ان میں رقص ہی رقص ہے۔ ان ان گنت عناصر کا رقص جن کے مجموعہ امتزاج سے فن اور جمالیاتی اظہار کی تشکیل ہوتی ہے اور رقص کے اس آہنگ کو غالب کی اس ذہنی اور جذباتی کیفیت نے تخلیق کیا ہے جو ان کے فن اور جمالیاتی اظہار کا منبع اور مخرج ہے۔'' (۱۱)

شاعری کے فنی اور بنیادی لوازمات میں بحروں کے استعمال کو خاص مقام حاصل ہے۔ فکر اور تخیل اگر بحروں کے پورے التزام کے ساتھ نہ ہو تو شاعری نہیں ہوتی۔ غالب اپنے عہد کے امام الشعرا تھے۔ فنی اعتبار سے ان کی شاعری اس پختگی کی حامل ہے کہ ان کے تخلیق کردہ ایک ایک مصرعے اور شعر میں فن کا سمندر لہریں لے رہا ہے۔ وہ بحروں کا انتخاب نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں۔ انھوں نے مختلف بحروں میں نئے تجربات بھی کیے۔ جو ان کی شاعری کی فنی قدر و قیمت کا رتبہ اور بھی بلند کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی غالب کی بحروں کے آہنگ پر بات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''ان بحروں کا آہنگ رواں دواں ہے۔ ان میں تیزی اور تندی ہے، ان میں ایک رکھ رکھاؤ ہے۔ ایک لیے دیے والی کیفیت ہے۔ غالب نے ان بحروں میں اپنے خیالات کا لہو دوڑا کر جن اشعار کی تخلیق کی ہے ان کے تجربے کا آہنگ ان بحروں کے آہنگ سے پوری طرح مناسبت رکھتا ہے۔ غالب کے تجربے کی گہرائی نے ان بحروں کی زیادہ مترنم بنا دیا ہے۔ تجربے کی نسبت سے ان بحروں میں الفاظ کی مخصوص دروبست نے ان کے اندر زیادہ نغمگی اور موسیقیت کی کیفیّت پیدا کر دی ہے۔'' (۱۲)

علامتوں کے استعمال میں بھی مرزا غالب کو ملکہ حاصل ہے۔ غالب نے علامات و اشارات کے جمالیاتی فنّی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اپنی شاعری میں مروجہ علامتوں کا استعمال بھی کیا ہے۔ غالب کی شاعری علامتوں اور اشاروں کا اچھا خاصا نگارخانہ ہے۔ انھوں نے پرانی علامتوں میں نئی زندگی پیدا کر دی ہے۔ غالب کی شاعری میں اپنے معاصر شعرا اور مابعد جدید شعرا میں جو چیز ناقدین اور سخن فہم احباب کو سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ علامتوں کا برمحل استعمال ہے۔ غالب کے ہاں علامت اپنے پورے معانی، پرتو اور احساسات کی ترجمان بن کر سامنے آتی ہے۔ اردو غزل کی روایت میں شاید غالب پہلے فنکار ہیں جن کے یہاں علامتوں کا استعمال ایک باقاعدہ نظام کی صورت میں ملتا ہے اور اس اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ پہلے باقاعدہ علامت نگار شاعر نظر آتے ہیں۔ انھوں نے مروّجہ علامتوں کو بھی استعمال کیا ہے اور ان کے جسم میں نیا خونِ زندگی دوڑا کر ان سے

بڑے لیتے ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے بے شمار نئی علامتوں کی تخلیق بھی کی ہے۔ ان نئی علامتوں کی تخلیق میں ان کی کسی شعوری کوشش کو دخل نہیں۔ ان کا وجود تو غالب کے تہہ دار اور پیچیدہ تجربات کا مرہون منت ہے۔اس تناظر میں ڈاکٹر عبادت بریلوی اپنا تجزیہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

''ان کا ہر تجربہ کسی نہ کسی علامت یا اشارے کی صورت میں اپنے آپ کو رونما کرتا ہے۔ کہیں یہ علامتیں اور اشارے بہت واضح اور نمایاں نظر آتے ہیں ۔ کہیں ایک نقاب پوشی کے عالم میں انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس عالم میں ان کے حسن میں کچھ زیادہ ہی نکھار کی کیفیت پیدا ہو جا تی ہے اور وہ کچھ زیادہ ہی جاذب نظر دکھائی دیتا ہے۔ غالب کی شاعری علامتوں اور اشاروں کا اچھا اور جامع نگار خانہ ہے۔ اس نگار خانے میں ان کے تخیل کی رنگین کاریوں نے نئے نئے رنگ بکھیرے ہیں اور نور کے طوفان اٹھائے ہیں۔ چنانچہ مجموعی طور پر علامتوں اور اشاروں کے اس نگار خانے میں وہ حسن پیدا ہو گیا ہے جو بیک وقت رنگین اور پُر کار بھی ہے اور سادہ اور پہلو دار بھی۔'' (۱۳)

دیکھا جائے تو ڈاکٹر عبادت بریلوی نے غالب کی علامت نگاری کے جوہر کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ ان کی علامتوں کے نئے پہلوؤں اور اُن کی پیدا کردہ نئی وسعتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ان کے مطابق غالب نے ان علامتوں کی تخلیق کے ذریعے اردو شاعری میں نئی آبداری کے جوہر تلاشے ہیں ۔ اور نئی علامتوں کی تخلیق کے ذریعے اردو شاعری کے دامن میں لفظ و معانی کی ایک ایسی نئی روایت کو آگے بڑھایا ہے اور جس سے معنوی اور فنی اعتبار سے ایسی وسعتیں جنم لیتی ہیں جو سحر کاری کے ذیل میں آتی ہیں۔

غالب کے جذبات ومحسوسات کے مخصوص آہنگ اور اس کے تجربے کی کیفیت نے جس طرح کے سنجیدہ انداز کو جنم دیا عبادت بریلوی نے اس کو فکر غالب کے پس منظر میں بخوبی دیکھا، سمجھا اور اسے بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک غالب کے ادراک وشعور اور ان کی شخصیت کی اپنی تہہ داری کے باعث ان کے ہاں جنم لینے والے مخصوص رمز وکنایہ کے ادراک ہی کی وجہ سے ان کی شاعری میں منفرد قسم کی رمزیت اور ایمائیت پیدا ہوئی ہے۔ جسے ہمارے ہاں غالب کی شکل پسندی کا نام بھی دیا گیا ہے۔ حالانکہ اردو کی شعری روایت غالب سے قبل بھی موجود تھی۔ غالب نے اس کو ایسے انداز میں برتا کہ وہ ان کی اپنی شخصیت کی آئینہ داری بھی کرنے لگی اور ان کے مخصوص رنگ تغزل کی ترجمان بھی ٹھہری۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے مطابق غالب کے فنکارانہ شعور نے ردیف وقوافی کے استعمال میں بڑے پہلو پیدا کر کے اس کو ایک فن بنا دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ردیف وقوافی کے صحیح اور متناسب استعمال نے بھی غالب کی غزلوں کے مخصوص وزن و آہنگ کی تخلیق میں نمایاں کام کیا ہے۔ غالب ردیف یا قوافی کے ذریعے شاعری نہیں کرتے بلکہ شاعری کے ذریعے ردیف وقوافی کو تخلیق کرتے ہیں...... غالب کی شاعری میں ردیف وقوافی کے استعمال کی فنی حیثیت پڑھنے والے کو قدم قدم پر اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ غالب ان کے

استعمال سے اپنے فن میں وزن و آہنگ کی نئی دنیائیں پیدا کرتے ہیں۔ ان سے ان کا آہنگ زیادہ زور دار ہو جاتا ہے۔ اس میں زیادہ جان پیدا ہو جاتی ہے۔ زیادہ مترنم کیفیت کا وجود ہوتا ہے۔ زیادہ موسیقیت اور نغمگی کے پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔'' (۱۴)

غالب کی شاعری میں تصویر کاری، پیکر تراشی، اور امیجری پر تفصیلی بحث ملتی ہے۔انھوں نے اپنی شاعری میں اس طرح تصویر کشی کی ہے کہ بے جان چیزوں میں جان ڈال دی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں کہ غالب کی تصویروں اور پیکروں میں گہرا تہذیبی اور معاشرتی شعور موجود ہے۔ اسی لیے اُن کی شاعری میں تہذیب و معاشرت کا پورا رچاؤ ملتا ہے۔ لکھتے ہیں :

''غالب کی شاعرانہ فن کاری میں جو رعنائی ہے، اس کی بنیاد ان کی یہی تصویر کاری، پیکر تراشی یا امیجری ہے۔ وہ زندگی کے شاعر ہیں اور اس زندگی کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کی ترجمانی ان کی شاعری کا خاص میدان ہے۔ اس ترجمانی کی بنیاد ان کا احساس اور شعور ہے۔ اس احساس وشعور کے ارتعاش ہی کا نام ان کی شاعری ہے۔'' (۱۵)

اس حوالے سے ڈاکٹر عبادت بریلوی مزید روشنی بکھیرتے ہیں:

''غالب کی شاعری میں ان کی تصویر کشی اور پیکر تراشی یا امیجری بھی خصوصیت کے ساتھ اہمیت رکھتی ہے ۔ ان کا کلام ان تصویروں اور پیکروں کا ایک نگار خانہ ہے ۔ ان تصویروں کے رنگ بڑے گہرے اور شوخ ہیں۔ ان کے نقوش بڑے ہی تیکھے اور پہلودار ہیں۔ یہ تصویریں سیدھی سادی اور سپاٹ نہیں ہیں۔ ان میں ایک طرح کا ابھار پایا جاتا ہے اور یہ ابھار زندگی اور جولانی کی نشاندہی ہے۔ یہ تصویریں چلتی پھرتی حرکت کرتی اور بولتی نظر آتی ہیں۔ غالب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے ان بے جان تصویروں میں جان ڈال دی ہے۔'' (۱۶)

غالب سے قبل فارسی اردو شاعری کی روایت کا مطالعہ ہم پر یہ حقیقت آشکار کرتا ہے کہ ان کے ماقبل فارسی زبان و ادب کی شعری روایت بڑی مضبوط اور مقبول تھی۔ جس کا اثر ان کی اپنی شاعری بھی بڑا زور رہا ہے۔ فیضی، عرفی، نظیری اور ظہوری کے ہاں خیال آفرینی رنگینی، پرکاری اور لطیف رمزیت کے عناصر بڑی شدت سے شاعری میں موجود دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف بیدل، ناصر علی، صائب اور اسیر کے ہاں خیال کی بلندی، معانی کی پیچیدگی، زبان کی ایک ترشی ہوئی کیفیت اور اظہار میں ایک ابہام کی کیفیت نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ غالب کی شاعری کے ابتدائی دور میں ان پر بیدل کے اثرات اتنے قوی اور مضبوط تھے کہ غالب کو کہنا پڑا:

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

جب کہ اپنی شاعری کے دوسرے دور میں غالب کے شعری اسلوب میں ظہوری، عرفی اور نظیری کے اشعار ہمیں بڑے واضح دکھائی دیتے ہیں۔ غالب سے کچھ قبل کا عہد میر وسودا کا عہد ہے اور غالب کی شاعری پر میر وسودا

کے عہد کی شعری روایت کے اثرات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان تینوں شعری روایات کے پس منظر اور پیش منظر میں غالب کی شاعری پر روایت کے اثرات کا جایزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی رقم طراز ہیں:

> ''غالب نے روایت کو بڑے سلیقے سے برتا ہے اور جمالیاتی اظہار میں اس نے بڑے بڑے کام کیے ہیں لیکن روایت کو بعض ایسے پہلوؤں سے بھی ہمکنار کیا ہے کہ اس میں جدّتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غالب نے روایت کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا ہے اور اس کے بعض پہلوؤں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا کہ بعض مضامین کے جمالیاتی اظہار کا روایتی انداز انھیں پسند نہیں ہے اس لیے ان کے کلام میں جب یہ مضامین آتے ہیں تو ان کے یہاں شوخی اور طنز و مزاح کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ غزل کی شاعری اس صورت کو برداشت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سوز و گداز کی شاعری ہے اور شوخی کو گوارا نہیں کرتی۔ لیکن غالب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اس شوخی کو غزل کے لیے گوارا بنا دیا ہے اور وہ ان کی غزلوں کا ایک لازمی جز نظر آتی ہے۔'' (۱۷)

اردو غزل کی روایت میں ہمیں صوفی شعرا کے ہاں رمز اور ایمائیت کا رنگ بڑا نمایاں ملتا ہے۔ غالب بلا شبہ کوئی صوفی شاعر نہیں ہیں لیکن انھوں نے اردو شاعری کی صوفیانہ روایت سے نہ صرف پورا پورا استفادہ کیا ہے بلکہ فلسفۂ تصوف کے رازوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ان کی شاعری کے اس رنگ کو یوں سامنے لاتے ہیں:

> ''فارسی اور اردو غزل کی روایت میں تصوف نے رمزیت اور ایمائیت کو پیدا کرنے کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دینے میں ان کو انھوں نے اپنے لیے شعرراہ بنایا۔ چنانچہ انھوں نے مسائل تصوف کو رمز و ایما کے پردے میں بیان کیا اور مسائل تصوف سے ملے ہوئے حیات و کائنات کے معاملات کی فلسفیانہ تاویل بھی رمز و ایما کے پیرائے میں کی۔ اجتماعی شعور سے کام لے کر انھوں نے سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی معاملات و مسائل کے موضوعات کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دی اور انفرادی رنگ کے پردے میں اجتماعی تجربات کی ترجمانی کی۔ ان حالات کی وجہ سے رمزیت اور ایمائیت کا رنگ ان کی شاعری میں کچھ زیادہ ہی گہرا ہو گیا اور اس نے انسان کے فن میں ایک مستقل حیثیت اختیار کر لی۔'' (۱۸)

کسی بھی شاعر کے ہاں جو کچھ شعر و نغمہ اور صوت و آہنگ پیش ہوتا ہے اس کے پیچھے حقیقت میں زبان ہی بنیادی طور پر موجود ایسا زاویہ ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے احساسات جذبات تجربات اور تخیلات کو پیش کرتا ہے ۔ یہ زبان ہی ہے جو لفظی در و بست سے آہنگ، ترنم اور موسیقیت کے روپ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ فنی التزامات اس کو سنوارتے، نکھارتے اور یوں پیش کرتے ہیں کہ قاری یہ خیال کرتا ہے کہ یہ میرے ہی دل کی کیفیت ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی غالب کے فن کی سب سے بڑی خوبی اس کی زبان کو قرار دیتے ہیں اور اس کی فکری و علمی صورت حال کو اپنے آئینہ نقد میں اس طرح سے پیش کرتے ہیں کہ ہم پہ غالب کی شعری زبان کی کرشمہ سازیوں کا پورا حال

کھلتا چلا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں:

''ان کے فن میں زبان کو نمایاں مقام حاصل ہے وہ زبان کے بلند پایہ فنکار ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ انھوں نے زبان کے استعمال کو ایک فن بنا دیا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں جمالیاتی اظہار کے لیے جو زبان استعمال کی ہے وہ زندگی سے بھرپور ہے۔ اس میں بڑی جولا نی ہے، بڑی جدّت اور تازگی ہے، بڑی ہی شگفتگی اور شادابی ہے۔ بڑی ہی رنگینی اور پُر کاری ہے۔ غالب نے اس کو خوب بنایا، سنوارا اور نکھارا ہے اور اس میں شروع سے آخر تک ایک ہیرے کی طرح تراشی ہوئی کیفیت پیدا کر دی ہے۔''(۱۹)

غالب نے بہت سے خطوط اپنے دوستوں کے نام لکھے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے انہی خطوط کو منتخب کر کے ان پر تنقید کی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کی کتاب غالب اور مطالعہ غالب میں بھی ان خطوط پر خاصی تفصیل سے بحث کی ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی نے خطوط غالب پر تنقید کرتے ہوئے بھی غالب کے ماحول اور حالات کے ساتھ ساتھ اُس عہد کے معاشرتی، معاشی اور مذہبی حالات کا بھی جایزہ لیا ہے اور ان حالات کو پیش نظر رکھ کر تنقید کی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کا کہنا ہے کہ غالب کی شاعری کی نسبت ان کے خطوط ان کے عہد سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''غالب کے خطوط کی یہ بنیادی اور سب سے اہم خصوصیت ہے کہ ان میں بے پناہ خلوص اور بے اندازہ صداقت ہے۔ وہ ایک ایسے انسان کے قلم سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو کسی بات کو چھپا نہیں سکتا تھا۔ جس میں مبالغہ آرائی نام کو نہیں تھی۔ تکلف جسے چھو بھی نہیں گیا تھا۔ تصنّع سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان خطوط میں ایک مانوس فضا ملتی ہے۔(۲۰)

غالب کے خطوط کی ڈاکٹر عبادت بریلوی ایک خصوصیت یہ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سادگی اور سلاست بھی پائی جاتی ہے۔یعنی غالب کے بیان کرنے کا انداز ہی ایسا ہے جو کہ باقی شاعروں اور نثر نگاروں سے ان کے فن کو منفرد کرتا ہے۔ اس میں فارسی کا اثر بھی کہیں کہیں نظر آتا ہے۔لیکن یہ اثر اُردو نثر کو رنگین اور پُر اثر بناتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''خطوط غالب اُردو نثر کے بہت اچھے نمونے پیش کرتے ہیں۔ اس نثر میں سادگی اور سلاست ہے۔لیکن اس سادگی اور سلاست کے باوجود وہ پرکاری بھی ہے جو غالب کی شخصیت کا حصہ تھی۔'' (۲۱)

اپنے تنقیدی اور تجزیاتی جائزے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی ہمیں غالب کے فن کی پرتیں کھولتے اور ان کی فنکارانہ اُپج کی گتھیاں سلجھاتے نظر آتے ہیں وہ غالب کے کلام کی اثر آفرینی، رعنائی اور تابندگی کے پس منظر میں موجود غالب کی اس فنی دستگاہ کے اسرار و رموز کھولتے چلے جاتے ہیں اپنا ماحصل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس لحاظ سے دیکھا جائے تو غالب جدید شاعری اور اس کے مختلف فنی رجحانات اور جمالیاتی

میلانات کے پیش رونظر آتے ہیں اور ان کے فنی اور جمالیاتی اجتہاد کے اثرات کا رنگ و آہنگ نہ صرف جدید شاعروں کی شاعری بلکہ اعلیٰ درجے کے نثر نگاروں کی نثری تخلیقات میں بھی اپنی جھلک دکھاتا ہے۔غرض غالب بڑے ہی پہلو دار فنکار تھے۔اردو شاعری میں وہ ایک ادائے خاص سے نکتہ سرائے ہوئے اور ان کا فن یاران نکتہ داں کے لیے صلائے عام کا پیغام ثابت ہوا۔انھوں نے اپنے فن سے جمالیاتی اقدار کی نئی دنیائیں ہی پیدا نہیں کیں بلکہ ان کو موجودہ دور کے مزاج کا جز بنا دیا۔چنانچہ موجودہ زمانے میں غالب کے فن کو جو قبولیت حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے شاعر کے فن کو حاصل نہ ہو سکی۔دور جدید میں مختلف خیالات ونظریات اور مختلف اسالیب و انداز بیان رکھنے والے شاعروں اور ادیبوں کو جس طرح غالب کے فن نے متاثر کیا ہے شاید کسی دوسرے فنکار نے اس طرح متاثر نہیں کیا۔'' (۲۲)

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے غالب کے فن کا تجزیہ کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غالب ایک اعلیٰ درجے کے فن کار تھے۔وہ اس فن کا گہرا شعور رکھتے تھے۔انھوں نے اس فن کی اہمیت کو سمجھا اور اسے نہایت مہارت کے ساتھ پیش کیا۔وہ فن کی روایت کے پرستار تھے۔لیکن اس روایت کو تجربے کے ساتھ ہم آہنگ کرنا بھی ان کا مقصد تھا۔یہی وجہ ہے کہ ان کے فن میں روایت اور تجربے کا حسین امتزاج ملتا ہے۔

غالب کے فکروفن پر ڈاکٹر عبادت بریلوی نے جو تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، وہ اس بات کا غماز ہے کہ انہیں غالب کے جمالیاتی شعور، انسان دوستی، کلام غالب میں مغلیہ تمدن، ہند اسلامی تہذیب کی عکاسی اور غالب کے اندازِ بیاں اور ان کے اسلوب سے گہری دلچسپی تھی۔انھوں نے غالب کی شاعری کو ان کے عہد کے پس منظر میں دیکھتے ہوئے اس پر تنقید کی ہے اور ہر بات کو مکمل اور واضح طور پر بیان کیا ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی کی تنقیدی بصیرت، گہرا شعور و ادراک رکھتی ہے اور اُن کی تنقیدی کاوشوں کو سراہا جاتا رہے گا۔

حوالہ جات:

۱۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر،حیات غالب پر چند خیالات،مشمولہ: غالب اور مطالعہ غالب (طبع دوم)،ادارہ ادب و تنقید، لاہور،۱۹۹۴ء،ص۳

۲۔ غالب کا ماحول،مشمولہ: غالب اور مطالعہ غالب،ص۶۹

۳۔ ایضاً،ص۷۱

۴۔ غالب کی شاعرانہ عظمت،مشمولہ: غالب اور مطالعہ غالب،ص۲۰۳

۵۔ غالب کی شاعری میں اجتماعی شعور،مشمولہ: غالب اور مطالعہ غالب،ص۲۶۰

۶۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر،کلامِ غالب کے نئے زاویے،مشمولہ:شاعری اور شاعری کی تنقید،اُردو دنیا، کراچی،

۱۹۵۶ء،ص ۲۸۶

۷۔ غالب کی شاعری میں غم دوراں،مشمولہ: غالب اور مطالعہ غالب ،ص ۲۸۹

۸۔ عبادت بریلوی ، ڈاکٹر ،اہمیت ،مشمولہ:غالب کا فن ،ادارہ ادب و تنقید، لاہور، ۱۹۸۷ء،ص ۱۴

۹۔ غالب کی عشقیہ شاعری،مشمولہ غالب اور مطالعہ غالب،ص ۲۹۴

۱۰۔ موضوع اور فن کی ہم آہنگی مشمولہ: غالب کا فن ،ص ۳۳

۱۱۔ وزن و آہنگ،مشمولہ:غالب کا فن ،ص ۹۲،۹۳

۱۲۔ وزن و آہنگ،مشمولہ: غالب کا فن ،ص ۷۸

۱۳۔ علامات و اشارات ،مشمولہ: غالب کا فن ،ص ۱۴۳

۱۴۔ وزن و آہنگ ،مشمولہ: غالب کا فن ،ص ۹۶،۹۵

۱۵۔ تصویر کاری اور پیکر تراشی،مشمولہ: غالب کا فن ،ص ۲۱۴

۱۶۔ تصویر کاری اور پیکر تراشی،مشمولہ:غالب کا فن ،ص ۱۶۷

۱۷۔ روایت کے اثرات،مشمولہ:غالب کا فن ،ص ۱۲۳

۱۸۔ رمزیت اور ایمائیت،مشمولہ:غالب کا فن ،ص ۱۴۹

۱۹۔ زبان و بیان ،مشمولہ:غالب کا فن ،ص ۲۰،۲۱

۲۰۔ غالب اور ان کے خطوط،مشمولہ: غالب اور مطالعہ غالب،ص ۳۸۷

۲۱۔ ایضاً ،ص ۳۹۵

۲۲۔ ماحصل،مشمولہ:غالب کا فن ،ص ۲۷۷،۲۷۸